OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

Al-Qawārīr - Vol: 06, Issue: 01,
Oct – Dec 2024

خواتین کی کاروباری صلاحیتیں: ثقافتی اور سماجی رکاوٹوں کا جائزہ

Women's entrepreneurial capabilities: Cultural and Social Challenges

Khubaib Usmani
Junior Commissioned Officer, Religious Teacher,
Army Education Corps, Pakistan.
Mahmood ul Hasan
Lecturer, Department of Islamic Studies,
The University of Lahore, Lahore, Pakistan.

ABSTRACT

We as Muslims take guidance from the life of the Prophet PBUH and his teachings. His teachings provide the right direction in every aspect of life, whether it's men or women. Whether it is a domestic, economic, cultural, or social issue, Islam has its solution preached by Hazrat Muhammad SAW. Men and women are two wheels of the bicycle of life, and both divide the responsibilities. We cannot abandon the women part in society. In times of Nabuwat, there are various examples of women running the important affairs of humanity. They set great role models for women of today. However, my research reveals the entrepreneurial capabilities of women and the social and cultural barriers they face. I enlightened the lifestyles of women in times of Nabuwat who worked as entrepreneurs in their society, keeping in mind the teachings of Islam. Unfortunately, women face many challenges today because of so-called social and cultural norms. The fact is we need to understand that women's empowerment is actually taught by Islam in the truest form. This change of thought can bring a positive and indispensable change in our society.

Keywords: *Islam, teachings, empowerment, society, social, entrepreneur.*

موضوع کا تعارف

خواتین کی معاشی ترقی نہ صرف ان کے حقوق کی بازیابی کی علامت ہے بلکہ یہ کسی بھی معاشرتی و اقتصادی نظام کی پائیداری اور ترقی کے لیے بنیادی ضرورت بھی ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں خواتین کو معاشی آزادی، خود مختاری اور مالی حقوق کا واضح طور پر تحفظ دیا گیا ہے۔ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خواتین کی معاشی فلاح کے لیے عملی نمونے

CC BY

پیش کیے اور انہیں معاشی میدان میں بھی بھرپور حصہ لینے کی ترغیب دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، جو نہ صرف ایک کامیاب کاروباری خاتون تھیں بلکہ اپنے مال کے ذریعے سماجی فلاحی کاموں میں بھی حصہ لیتی تھیں، اس بات کی سب سے بڑی مثال ہیں کہ اسلام میں عورتوں کو اپنے مالی معاملات میں آزادی اور اختیار حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے خواتین کو اپنے مال و دولت کا صحیح استعمال کرنے، تجارت کرنے، وراثت میں حصہ لینے اور اپنے وسائل سے معاشرتی تبدیلی میں کردار ادا کرنے کی تعلیم دی۔ اس کے علاوہ، آپ ﷺ کی زندگی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر خواتین صحابہ کرام نے مختلف معاشی و اجتماعی ذمہ داریوں کو نبھایا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں خواتین کو ہر شعبے میں مساوی حقوق حاصل ہیں۔ پاکستان جیسے مسلم معاشرے میں جہاں اسلامی اصولوں اور ثقافتی روایات کا گہرا اثر ہے، خواتین کی معاشی ترقی اور خودمختاری کے لیے ایسے اصولوں پر عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف خواتین کی حالت بہتر ہوگی، بلکہ ایک متوازن اور پائیدار معاشی ڈھانچہ بھی قائم ہو سکے گا۔ اور نہ صرف ان کی ذاتی ترقی بلکہ پورے معاشرتی تانے بانے کی مضبوطی کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔

مبحث اول : اسلامی نقطہ نظر سے خواتین کی بااختیاری

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ وہ نظام ہے جو ہر میدان میں انسانوں کی رہنمائی کے لیے دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشی معاملات کو اسلام میں خاص اہمیت دی گئی ہے کیونکہ زندگی کا بیشتر حصہ انھی امور کے گرد گھومتا ہے، اور دنیا بھر میں اس کی عملی صورتوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اسلام میں مالی امور کی زیادہ تر ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود خواتین کو معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی ہے، بشرطیکہ وہ اسلامی تعلیمات اور اصولوں کی پابندی کریں۔ اسی طرح دور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خواتین کو مخصوص شرائط کے تحت مختلف شعبوں میں فعال کردار ادا کرنے کی اجازت دی گئی تھی، جیسے کہ تجارت، زراعت، طب اور تعلیم وغیرہ۔

مزید یہ کہ خواتین کو معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی پوری آزادی دی گئی تھی بشرطیکہ وہ اسلامی آداب اور معاشرتی ذمہ داریوں کو نظر انداز نہ کریں۔ اس حوالے سے صحابیات کی زندگی ایک بے مثال مثال پیش کرتی ہے۔ ان کی معاشی سرگرمیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام نے خواتین کو کسی بھی شعبے میں اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی مکمل آزادی دی ہے۔

اس لئیے اسلامی تعلیمات کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ خواتین کے لیے اسلامی اصولوں کے مطابق ایک مناسب معاشی ماحول فراہم کرنا چاہیے، تاکہ ضرورت مند، بیوہ اور محروم خواتین معاشی طور پر خود کفیل بن سکیں۔ اس سے نہ صرف ان کے خاندانوں کی مالی معاونت ہوگی، بلکہ ملک کی معیشت کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

تاہم، یہ بھی ضروری ہے کہ اس عمل میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ خواتین کے کام کرنے سے خاندان کے دائرے کی بنیادیں کمزور نہ ہوں، بلکہ ان کی فعال شرکت سے خاندان کے استحکام میں مزید قوت آ سکے۔

أ. اقتصادی سرگرمیوں میں خواتین کی شرکت، قرآن کی روشنی میں

اسلام میں مالی معاونت کی بنیادی ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے، تاہم اگر کوئی عورت اپنے خاندان کی آمدنی میں حصہ ڈالنا چاہتی ہے، تو نہ صرف اسے اس کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اسے ترغیب بھی دی گئی ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ قرآن

مجید میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لیے ان کی محنت اور کمائی کے مطابق الگ الگ حصے ہیں، اور دونوں کو ان کے حصے دیے جائیں گے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ-لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْاؕ-وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَؕ-وَ سْـٴَـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔

ترجمہ:"اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے، اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔"[1]

یہ آیت عورتوں کے لیے مالی آزادی اور برابری کو اجاگر کرتی ہے، اور انہیں اپنی معاشی سرگرمیوں کو اپنانے کی ترغیب دیتی ہے، ساتھ ہی یہ ان کی اپنی دولت کو سنبھالنے میں خود مختاری کو تسلیم کرتی ہے۔ اگرچہ مردوں پر مالی معاونت کی ذمہ داری ہے، لیکن عورتیں بھی کمائی کرنے کا حق رکھتی ہیں اور اپنی دولت پر مکمل اختیار رکھتی ہیں، جو کہ ان کے شوہر یا مرد رشتہ داروں سے علیحدہ ہوتا ہے۔ یہ اسلامی تعلیم خواتین کی بااختیاری اور مالی شمولیت کو فروغ دیتی ہے۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اس ایت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"اس آیت نے ایک حکیمانہ اور عادلانہ ضابطہ بتلا دیا ہے کہ جو کمالات اور فضائل غیر اختیاری ہیں ان میں انسان کا کسب اور عمل موثر نہیں جیسے کسی کا عالی نسب یا حسین اور خوبصورت پیدا ہونا وغیرہ، ایسے فضائل کو تو حوالہ تقدیر کر کے جس حالت میں کوئی ہے اس پر اس کو راضی رہنا، اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس سے زائد کی تمنا بھی لغو، فضول اور نقد رنج و غم ہے۔ اور جو فضائل کمالات اختیاری ہیں جو کسب و عمل سے حاصل ہو سکتے ہیں ان کی تمنا مفید ہے بشرطیکہ تمنا کے ساتھ کسب و عمل اور جدوجہد بھی ہو اور اس آیت نے یہ بھی وعدہ کیا کہ سعی اور عمل کرنے والے کی محنت ضائع نہ کی جائے گی بلکہ ہر ایک کو بقدر محنت حصہ ملے گا مرد ہو یا عورت"۔[2]

اسی آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے پیر کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

"نیز اس آیت سے یہ بھی بتادیا کہ دولت کمانے کا حق جس طرح مرد کو ہے اسی طرح عورت کو بھی ہے مرد بھی اپنی کمائی ہوئی دولت کا مالک ہوتا ہے اس می اپنی مرضی سے تصرف کر سکتا ہے اور اس سے استفادہ کر سکتا ہے اس طرح عورت کو بھی یہ حقوق حاصل ہیں، اس ارشاد گرامی سے مرد و زن میں جو بے جا تفریق صدیوں سے قائم تھی اس کا قلع قمع کر دیا"[3]

اختصار سے، آیت اس بات پر زور دیتی ہے کہ کامیابی اور دولت حاصل کرنے میں محنت اور کوشش کی اہمیت ہے، اور اس میں مردوں اور عورتوں دونوں کے حقوق برابر ہیں۔ مفسرین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی طرح دولت کمانے، حاصل کرنے اور اس کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔

ب۔ اقتصادی سرگرمیوں میں خواتین کی شرکت، حدیث کی روشنی میں

بہت ساری مستند روایات موجود ہیں جو واضح طور پر یہ بتاتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو ضروری حالات میں معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ ان کے لیے قیامت کے دن دگنا انعام بھی وعدہ کیا اگر وہ اقتصادی سرگرمیوں میں حصہ لیتی ہیں۔ یہاں دو مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ کی پھوپھی کو طلاق ہو گئی تھی، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھیتوں اور کھجور کے درختوں پر کام کرنے کی اجازت دی اور فرمایا: "جاؤ اور کھیتوں میں کام کرو اور کھجوروں کے درختوں پر محنت کرو، اور اس آمدنی کو صدقہ دینے اور اچھے کاموں میں خرچ کرو۔"

اخْرُجِي فَجُدِّي نَخْلَكِ ، لَعَلَّكِ أَنْ تَصَدَّقِي مِنْهُ أَوْ تَفْعَلِي خيرًا ،

ترجمہ: "تم کھیتوں اور کھجور کے درختوں میں جاکر کام کرسکتی ہو، اور اس آمدنی کو صدقہ دینے اور اچھے کاموں میں خرچ کرسکتی ہو۔"[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی، حضرت زینب انصاریہ، ہنر مند تھیں اور تجارت بھی کرتی تھیں۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور کہنے لگیں:

"مجھے ایک ہنر آتا ہے، میں چیزیں بناتی ہوں اور بیچتی ہوں، مگر میرے بچے اور شوہر کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہیں، تو کیا میں اپنی کمائی ان پر خرچ کرسکتی ہوں؟"

تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نعم لكما أجْرانِ: أجْرُ القَرابَةِ، وأَجْرُ الصَّدَقَةِ.

"ہاں، تمہیں دوہرا انعام ملے گا، صدقے کا انعام اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا انعام۔"[5]

یہ حدیث اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو کام کرنے اور رزق کمانے کی ترغیب دی، اور یہ کہ ان کی محنت کے لیے ان کو اجر ملے گا۔ پہلی حدیث یہ بتاتی ہے کہ خواتین کھیتوں میں کام کرسکتی ہیں، جبکہ دوسری حدیث اس بات پر زور دیتی ہے کہ خواتین کے خاندانوں کے لیے کی جانے والی خدمات اور ان کی سخاوت کو اہمیت دی جاتی ہے، اور ان کے لیے انعام کا وعدہ کیا گیا ہے۔

"مبحث ثانی: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں صحابیات کی معاشی سرگرمیاں

اسلامی قانون کے بنیادی ذرائع قرآن مجید اور حدیث ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں قرآن مجید کا نزول ہوا اور حدیث کا آغاز اور اختتام بھی اسی دور میں ہوا۔ جو مرد اور خواتین اس بابرکت دور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، انہیں صحابہ (مرد صحابی) اور صحابیات (خواتین صحابیہ) کے اعزازات سے نوازا گیا۔ چونکہ یہ مضمون خواتین کی معاشی سرگرمیوں پر مرکوز ہے، اس لیے یہاں صحابیات کی معاشی کوششوں کا جائزہ لیا جائے گا، اور یہ دکھایا جائے گا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کس طرح مختلف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیا، جس سے آج کی خواتین کے لیے ایک مثالی نمونہ قائم ہوا۔

یہ آرٹیکل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواتین صحابیات کے معاشی کردار اور سرگرمیوں کا جائزہ لینے کی بنیاد فراہم کرتی ہے، جس میں ان کی طاقت اور خود مختاری کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ خواتین ابتدائی مسلم معاشرت میں اپنے جدوجہد، محنت اور مالی معاملات میں شراکت داری کے ذریعے ایک مضبوط اور آزاد حیثیت کی حامل تھیں، جو آج کی عورتوں کے لیے ایک روشن اور سبق آموز نمونہ ہے۔

أ. تجارت میں خواتین کا کردار

تجارت کو کسی بھی ملک کی معیشت کا سب سے اہم جز سمجھا جاتا ہے۔ کسی قوم کے اقتصادی نظام کی ترقی تجارت پر منحصر ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بھی لوگ تجارت میں مصروف تھے، اور خواتین بھی تجارتی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کرتی تھیں۔ قرآن مجید میں بار بار لفظ "تجارت" ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کے پیشے میں بے شمار برکتیں رکھی ہیں۔ حدیث میں بھی تجارت کی فضیلت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تسعة أعشار الرزق في التجارة

ترجمہ: "رزق کا نوے فیصد حصہ تجارت میں ہے۔"[6]

امام ابراہیم النخعی سے پوچھا گیا کہ کیا ایک سچے تاجر کا مقام بہتر ہے یا وہ جو اپنی زندگی عبادت میں گزارے؟ تو انہوں نے جواب دیا:

> "میرے خیال میں سچا تاجر بہتر ہے، کیونکہ وہ جہاد میں ہے۔ شیطان اسے ہر طرف سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے، کبھی وزن و پیمائش میں دھوکہ دینے کی ترغیب دیتا ہے، کبھی اسے جعلسازی کی تجارت میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن تاجر ان تمام بہکاؤوں کا مقابلہ کرتا ہے اور جہاد کرتا ہے۔"[7]

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بہت سی خواتین صحابیہ تجارت میں مصروف تھیں، جیسا کہ ذیل میں ذکر کیا گیا ہے:

> سب سے پہلے حضرت خدیجہ بنت خویلد کا ذکر آتا ہے۔ طبقات کبریٰ کے مطابق، وہ مردوں کے ساتھ تجارت کرتی تھیں، ان کا سرمایہ لگتا اور وہ اپنے مرد ساتھیوں کے ساتھ منافع میں برابر کی شریک ہوتیں۔[8]

حضرت خدیجہ کی بہن حضرت خولہ بنت خویلد کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ چمڑے کی تجارت کرتی تھیں۔[9]

حضرت اسماء بنت مہرابہ، حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ کی والدہ تھیں، جو حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں گورنر تھے۔ وہ اپنے بیٹے سے یمن سے عطر وصول کرتیں اور پھر اسے بیچتی تھیں، اور خواتین ان سے عطر خریدتیں۔ ابن سعد نے لکھا:

وكان ابنها عبدالله ابن أبي ربيعة يبعث اليها بعطر من اليمن وكانت تبيعه الى اَلعطية فكنا نشترى منه

ترجمہ: "ان کے بیٹے عبد اللہ بن ابی ربیعہ یمن سے عطر بھیجا کرتے تھے، اور وہ اسے عطر فروشوں کو بیچ دیتیں، اور ہم ان سے خریدتے تھے۔"[10]

صحابہ کے دور میں حضرت ھند بنت عتبہ کا بھی ایک واقعہ ہے، جو ابو سفیان کی سابقہ بیوی تھیں۔ وہ قریش کی خواتین میں اپنی خوبصورتی اور عقل و فہم کی وجہ سے معروف تھیں۔ ابو سفیان سے طلاق کے بعد حضرت عمر فاروق کے حکم پر بیت المال سے چار ہزار درہم قرض لے کر تجارت کے لیے قلیب (عرب کا ایک علاقہ) گئیں، اور آخر کار اپنے بیٹے معاویہ کے پاس پہنچ گئیں۔[11]

حضرت خدیجہ کے علاوہ، اور بھی کئی صحابیہ تجارت میں مصروف تھیں۔ حضرت قلِہ انماریہ ایک معروف کاروباری خاتون تھیں جو مختلف سامان خریدتی اور بیچتی تھیں۔ انہوں نے خود کہا:

"انی امرآة اشتری و ابیع"

"میں ایک کاروباری خاتون ہوں جو خرید و فروخت کرتی ہوں۔"[12]

کچھ صحابیات عطر بیچنے کا کام بھی کرتی تھیں۔ ملیکہ بنت صیب بھی عطر لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیچنے آتی تھیں۔ حضرت ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے بارے میں ان کے بیٹے صیب بن اقرع نے روایت کیا:

ان امه مليكة دخلت تبيع العطر من النبی صلی الله عليه وآله وسلم

ترجمہ: "میری والدہ ملیکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عطر بیچنے کے لیے آیا کرتی تھیں۔"[13]

اسی طرح حضرت حَولہ، جنہیں "العطارة" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اپنے شوہر کے مسئلے کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے:

"انی لَأجدُ ريحَ الحَولَه، فہل اَتَتکُم؟ وَہلِ ابْتَعْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا؟"

"مجھے حَولہ کی خوشبو آرہی ہے، کیا وہ تمہارے پاس آئی ہیں؟ کیا تم نے ان سے کچھ خریدا ہے؟"[14]

یہ مثالیں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ خواتین تجارت اور کاروبار میں اہم کردار ادا کرتی تھیں اور ان کی شراکت کو تسلیم کیا جاتا تھا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ان کی اہمیت اور شراکت کی قدر کی جاتی تھی۔

ب. دورِ نبوت میں خواتین کا تدریسی پیشے سے وابستہ ہونا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعدد ازواج کی ایک خوبی اور مصلحت یہ بھی تھی کہ اس کے ذریعے خواتین تک دین کی تعلیمات پہنچ سکیں اور ان کیلئے عملی نمونے کے طور پہ خواتین ان کے سامنے موجود ہوں، لھذا امہات المومنین نے بالخصوص اور دیگر خواتین اسلام نے بالعموم اس تدریس کے پیشہ کو بخوبی اور احسن طریقے سے انجام دیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا بہت بڑی محدثہ اور فقیہا تھیں، بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام، بہت سے مسائل میں فتویٰ کیلئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر آپ کے مایہ ناز شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے 2210 روایات منقول ہیں اس طرح آپ مکثرین صحابہ کرام میں شمار ہوتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا خواتین کے مسائل میں ان کی راہنمائی کرتی تھیں اس کے ساتھ ساتھ وہ عربی ادب و زبان میں بھی گہری مہارت رکھتی تھیں۔

اسی طرح حضرت عائشہ کے علاوہ حضرت حفصہ بنت عمر ابن الخطاب اور حضرت فاطمہ بنت قیس کے نام بھی تدریس اور ٹیچنگ کے شعبے میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

ت. زراعت اور کاشتکاری میں خواتین کا کردار:

زراعت اور کاشتکاری معاشی سرگرمیوں کی بنیاد ہیں۔ ابتدا سے ہی زراعت انسانی روزگار کا اہم ذریعہ رہی ہے۔ انسانوں نے سب سے پہلے زمین کو کاشت کیا اور اس سے خوراک حاصل کی۔ حضرت آدم علیہ السلام کا پیشہ بھی زراعت تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر کا گزارہ مویشیوں اور زراعت پر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

لا يغرس مسلم غرسا، وَلا يزرع زرعا، فيأكل منه إنسان وَلا دابة وَلا شيء، إلَا كانت له صدقة [15]

ترجمہ: "اگر کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے یا کچھ کاشت کرتا ہے، اور اس میں سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کھاتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔"

زراعت کی اہمیت اس کی بے شمار فوائد کی وجہ سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو بیکار اور غیر پیداوار والا چھوڑنا پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ اللہ کی نعمت ہے، اور اس کا اصل فائدہ اسے مکمل طور پر استعمال کرنے میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من احيا ارضا ميتة فهي له"

ترجمہ: "جو شخص مردہ زمین کو زندہ کرے، وہ زمین اس کے لیے ہے۔"[16]

یہ مثالیں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ زراعت کا شعبہ نہ صرف معیشت کی بنیاد ہے بلکہ اسلامی تعلیمات میں اس کا گہرا تعلق صدقہ اور اجتماعی فائدے سے بھی ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

من كانت له ارض فليزرعها فان لم يستطع ان يزرعها وعجز عنها فليمنحها اخاه المسلم وَل يواجرها اياه

ترجمہ: "جو شخص کے پاس زمین ہو، وہ اسے خود کاشت کرے۔ اگر وہ زمین کو کاشت کرنے سے قاصر ہو یا اس میں عاجز ہو تو وہ اپنے مسلمان بھائی کو دے دے اور اسے کرائے پر نہ دے۔"[17]

یہ پیشہ سخت محنت اور لگن کا متقاضی ہے، اور اس میں سردی اور گرمی دونوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عموماً یہ کام مردوں کے لیے زیادہ موزوں ہوتا ہے اور وہ قدیم زمانے سے اسے انجام دے رہے ہیں۔ تاہم، ضرورت یا مجبوری کی حالت میں خواتین بھی اس پیشے میں حصہ لے سکتی ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی نے اپنی عدت کے دوران اپنی کھجوروں کی فصل کاٹنے کی اجازت طلب کی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بلی فجد ي نخلك

ترجمہ: "کیوں نہیں؟ جا کر اپنی کھجوروں کی فصل کاٹ لو۔"[18]

اسی طرح، اُمّ مُبَشِّر الانصاریہ کے بارے میں بھی ایک روایت ہے کہ ان کے پاس کھجوروں کے درخت تھے اور وہ انہیں کاشت کرتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغ کا دورہ کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔[19]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خواتین کی معاشی سرگرمیاں جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، صرف چند مثالیں ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت ساری روایات موجود ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ خواتین مختلف معاشی سرگرمیوں میں مصروف تھیں، جیسے سلائی، دستکاری، چمڑا سازی، رنگائی اور دیگر تجارتی کام۔

عدت وہ مدت ہوتی ہے جو عورت اپنے شوہر کی وفات یا طلاق کے بعد گزارتی ہے، اس دوران اسے دوبارہ شادی کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس سیاق میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے وہ اپنی معاشی سرگرمیاں جاری رکھ سکتی تھیں۔ یہ مثالیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ظاہر کرتی ہیں کہ خواتین کو مالی طور پر خود مختار ہونے کی ترغیب دی جاتی تھی اور انہیں اپنی معاشی سرگرمیوں کے بارے میں خود فیصلے کرنے کی آزادی تھی، جو خواتین کے حقوق اور ان کی طاقتور حیثیت کو مضبوط کرنے کا ایک اہم پہلو تھا۔ اسی طرح حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "ہم میں سے ایک عورت تھی جو اپنے کھیت کو آبپاشی کرتی اور پانی کے نالوں کے ارد گرد سبزیاں بوتی تھی۔"[20]

حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے نکاح کے بارے میں ایک طویل روایت میں فرمایا:

"میں حضرت زبیر کے کھیت سے کھجور کے پتے اپنے سر پر اٹھا کر لاتی تھی۔"[21]

ایک اور روایت میں ایک حبشی عورت کا ذکر ہے: "وہ کھجور کے پتے چنتی تھی۔"[22]

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ کے بارے میں روایت ہے: "ان کے اپنے کھجور کے درخت تھے اور وہ ان سے آمدنی کماتی تھیں۔"[23]

یہ واضح ہے کہ خواتین زراعت اور کھیتی باڑی کے کاموں میں فعال طور پر شریک تھیں۔ اگر ان کے پاس اپنی زمین نہیں ہوتی تو وہ دوسروں کے کھیتوں میں کام کر کے روزی کماتی تھیں۔ مثال کے طور پر، ابو داؤد کی ایک روایت میں ذکر ہے کہ عمران بن سہل نے اپنی زمین ایک عورت کو دو سو درہم کے عوض کرایہ پر دی۔[24]

اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ خواتین زراعت، باغبانی اور دیگر معاشی سرگرمیوں میں مصروف رہ کر اپنی روزی کماتی تھیں، حالانکہ یہ کام جسمانی طور پر سخت تھا۔ تاہم، وقت کے حالات اور واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواتین بھی مردوں کے ساتھ ان سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتی تھیں۔

ث. درزی گری اور کپڑا بننا عورتوں کے معاشی فنون

حضرت زینب اور حضرت فاطمہ بنت شیبہ وغیرہ کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انصار کی کچھ خواتین کپڑے سینے کا کام کرتی تھیں۔[25]

قبل از اسلام اور اسلامی دور میں خواتین کپڑے بنانے اور فروخت کرنے کا کام کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے بھی ایک پردہ اور قالین اسی طرح خریدا تھا۔ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کو ایک چادر بطور تحفہ پیش کی جو اس نے خود بنائی تھی۔ مکہ کی خواتین کپاس کاتنے اور کپڑے بنانے کے ذریعے روزی کماتی تھیں، اور یہ رقم قریش کے تجارتی قافلے میں سرمایہ کاری کے لیے استعمال

کرتی تھیں۔ یہ قافلہ 2 ہجری / 624 عیسوی میں مکہ سے شام روانہ ہوا، اور مکہ کے تمام رہائشیوں نے اس میں بڑی تعداد میں سرمایہ لگایا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی کئی صحابیات درزی یا کپڑے بنانے والی تھیں۔ سلائی، بڑھئی کا کام، بنائی اور اس جیسے دیگر کام خواتین سے منسوب تھے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب "اللباس" کے باب "لباس والقِسي" میں لکھا ہے کہ قِسي (ریشم کا کپڑا) شام یا مصر سے آیا کرتا تھا۔

"وكانت النساء تصنعه لبعولتهن مثل القطائف يصفونها"

ترجمہ: "اور خواتین اس کپڑے کو اپنے شوہروں کے لیے چادروں کی صورت میں تیار کرتی تھیں، جو قطائف (ایک قسم کے کپڑے) سے مشابہ ہوتا تھا۔"[26]

ج. چمڑے کا کاروبار کرنا

ام المؤمنین حضرت سودہؓ کا ذکر ان خواتین میں ہوتا ہے جو طائف سے لائے گئے چمڑے کی کھالوں کو رنگنے اور سینے کا کام کرتی تھیں۔ روایت میں آتا ہے: "وہ ان میں سے بہترین تھیں، وہ طائف کی چمڑے کی کھالوں پر کام کرتی تھیں۔"[27]

ح. سلائی کڑھائی کا فن

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ حضرت زینبؓ کپڑا بُننے اور کپڑے پہ کڑھائی کرنے میں ماہر تھیں اور اپنی مصنوعات فروخت کر کے آمدنی حاصل کرتی تھیں۔ وہ اس آمدنی سے اپنے بچوں اور شوہر کی کفالت کرتی تھیں۔ ایک دن وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، "میں بنائی کا کام کرتی ہوں اور اپنی مصنوعات فروخت کرتی ہوں۔ میرے شوہر اور بچوں کی کوئی آمدنی نہیں ہے، اور میں ان کی کفالت کرتی ہوں۔ کیا مجھے اس پر ثواب ملے گا؟" نبی کریم ﷺ نے فرمایا، "ہاں، تمہیں جو کچھ ان پر خرچ کرو گی اس پر ثواب ملے گا۔"[28]

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ بھی اپنے ہاتھ سے مختلف اشیاء تیار کر کے فروخت کرتی تھیں اور ان کی آمدنی صدقہ و خیرات میں دے دیتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا،

"میں نے زینب بنت جحشؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا، جو اپنے ہاتھوں سے کماتی تھیں اور اسے صدقہ کر دیتی تھیں۔"[29]

حضرت زینب بنت جحشؓ صرف خیرات کے لیے اشیاء تیار کرتی تھیں، ذاتی ضرورت کے لیے نہیں۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ خواتین کو نہ صرف ضرورت کے وقت کام کرنے کی اجازت ہے بلکہ وہ اپنی دنیاوی اور روحانی زندگی بہتر بنانے کے لیے بھی کام کر سکتی ہیں۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بُنا ہوا کپڑا لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا:

”میں نے یہ اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور آپ کو تحفے کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہوں۔“ نبی کریم ﷺ نے اس کا تحفہ قبول فرما لیا۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی: ”یہ کپڑا مجھے دے دیں۔“ نبی کریم ﷺ نے اس کی درخواست قبول فرمالی اور وہ کپڑا اسے دے دیا۔ لوگوں نے اس شخص کو

ملامت کی اور کہا: "تم نے ایسی چیز مانگی جو نبی ﷺ کو تحفے میں دی گئی تھی۔" اس شخص نے جواب دیا: "میں نے یہ کپڑا اس لیے مانگا ہے تاکہ اسے اپنی موت کے بعد کفن کے طور پر استعمال کروں۔" حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ شخص فوت ہوا تو وہ کپڑا واقعی اس کے کفن کے طور پر استعمال ہوا۔[30]

خ۔ دور نبوی میں عورتوں کا شعبہ میڈیکل سے منسلک ہونا

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کئی صحابیات طب کے پیشے سے وابستہ تھیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک صحابیہ حضرت رفیدہ الانصاریہؓ تھیں، جو ایک ماہر طبیبہ تھیں۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ غزوہ خندق کے دوران جب حضرت سعد بن معاذؓ زخمی ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں حضرت رفیدہؓ کے خیمے میں منتقل کیا جائے تاکہ ان کا قریب سے علاج کیا جا سکے۔ جب نبی کریم ﷺ سعدؓ کے خیمے کے قریب سے گزرتے تو ان کی خیریت دریافت کرتے اور پوچھتے، "آج صبح تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ اور شام کیسے گزری؟" اور سعدؓ نبی کریم ﷺ کو اپنی حالت سے آگاہ کرتے۔[31]

حضرت انسؓ نے روایت کیا ہے کہ جنگوں کے دوران ام سلیمؓ اور دیگر انصاری خواتین نبی کریم ﷺ کے ساتھ جاتی تھیں، پانی فراہم کرتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔[32]

ام عطیہؓ فرماتی ہیں:

> "غزوت مع رسول هللا صلى هللا عليه وسلم سبع غزوات، اخلفهم في رحالهم، واصنع لهم الطعام، واداوي الجرحى، و اقوم على المرضى "
>
> ترجمہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ میں مجاہدین کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کا علاج کرتی اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی۔"[33]

خارجہ بن زید روایت کرتے ہیں کہ ام علاءؓ نے انہیں بتایا کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ بیمار ہوئے اور ان کا علاج ان کے گھر میں کیا گیا، جو انصار نے مہاجرین کے لیے مخصوص کیا تھا، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔[34]

یہ روایات اس بات کو اجاگر کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں خواتین نے طبی میدان میں اہم کردار ادا کیا، جنگ کے دوران اور اس کے علاوہ زخمیوں اور بیماروں کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ فراہم کیا۔

د۔ دودھ پلانے کا پیشہ

دودھ پلانے کا پیشہ خواتین کے لیے آمدنی کا ایک خالصتاً نسوانی ذریعہ اور پیشہ تھا۔ قدیم عرب معاشرے میں ہر علاقے میں پیشہ ور دائیوں کا ایک طبقہ موجود تھا۔ کچھ جدید اور قدیم سیرت نگاروں نے اسے ایک ناپسندیدہ پیشہ قرار دیا ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ دودھ پلانے کا پیشہ ایک معزز اور محبت بھرا پیشہ تھا جو رضاعی بچوں کے ذریعے مختلف خاندانوں اور قبائل کو محبت، الفت اور تعاون کے بندھن میں باندھتا تھا۔

یہ قدیم پیشہ اسلامی دور اور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی جاری رہا، جہاں دائیوں کا ایک طبقہ اس پیشے کے ذریعے روزی کماتا تھا۔ اس پیشے کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تمام معزز بچوں کو دودھ پلانے کے لیے دیہاتی علاقوں میں بھیجا جاتا تھا، جس سے یہ بدوی قبائل کی ایک خاص مہارت بن گئی، جبکہ شہری علاقوں میں یہ کم دیکھنے کو ملتا تھا۔ سب سے مشہور دایہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ تھیں، جو نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں تھیں اور انہوں نے کئی دیگر اہم شخصیات کو بھی دودھ پلایا تھا۔ ان رضاعی بچوں کے سرپرست دائیوں کو قیمتی تحائف سے نوازتے تھے۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ ان دائیوں اور ان کے خاندانوں کو تحائف اور عطیات سے نوازتے، اور دیگر لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

حضرت ثوبیہؓ ایک اور پیشہ ور دایہ تھیں جو مکہ مکرمہ میں خدمات انجام دیتی تھیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ اور قریش کے دیگر معزز افراد کو دودھ پلایا۔ ان کو اور ان کے خاندان کو ہمیشہ ان بچوں کے سرپرستوں کی جانب سے تحائف دیے جاتے تھے۔ حضرت ام بردہؓ نبی کریم ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کی رضاعی ماں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی خدمات کے اعتراف میں ان کو اور ان کے شوہر کو قیمتی تحائف سے نوازا۔[35]

ذ. دور نبوی میں عورتوں کا سرکاری ملازمت کرنا

خواتین کی سرکاری ملازمتوں یا انتظامیہ میں شرکت کا معاملہ ایک پیچیدہ اور حساس موضوع ہے۔ تاہم، نبی کریم ﷺ نے مختلف شعبوں میں ماہر خواتین کو تعینات کر کے ایک اہم قدم اٹھایا، جن میں سرجری، طب اور تجارت شامل ہیں۔ اس کی ایک نمایاں مثال حضرت شفاءؓ کی مدینہ میں بازار کی نگران کے طور پر تقرری ہے۔ یہ ایک انقلابی اقدام تھا جو عرب دنیا میں ایک مثال بن گیا، جہاں عام طور پر خواتین کو اس طرح کی ذمہ داریاں نہیں دی جاتی تھیں۔

حضرت شفاءؓ تجارت اور مالیات کے اسلامی قوانین کی ماہر تھیں، جو انہیں اس منصب کے لیے ایک بہترین امیدوار بناتا تھا۔ بازار کی نگران کے طور پر ان کی ذمہ داریوں میں منصفانہ قیمتوں کو یقینی بنانا، استحصال کو روکنا، اور نظم و ضبط قائم رکھنا شامل تھا۔ ان کا کردار تنازعات کو حل کرنے، دھوکہ دہی اور فریب کو روکنے، اور اخلاقی کاروباری طریقوں کو فروغ دینے پر بھی مشتمل تھا۔

جب حضرت عمر بن خطابؓ خلیفہ بنے تو وہ اقتصادی پالیسی اور تجارتی امور میں حضرت شفاءؓ سے باقاعدہ مشورہ کرتے تھے اور ان کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ جیسے جیسے معاشرہ ترقی کرتا گیا، حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت شفاءؓ کو بازار کی نگران اور ناظمہ کے طور پر مقرر کیا، اور ان کی حیثیت کو تجارت اور معیشت کے ایک اہم ماہر کے طور پر مستحکم کیا۔ اپنے کام کے ذریعے حضرت شفاءؓ نے اس بات کو یقینی بنایا کہ تجارتی طریقے منصفانہ، دیانت دار، اور اسلامی قوانین کے مطابق ہوں، اور انہوں نے قیادت میں خواتین کے لیے آئندہ نسلوں کے لیے راستہ ہموار کیا۔[36]

ر. دور نبوی میں مشاطہ (بیوٹیشن) خواتین

ایک پیشہ "مشاطہ" کا تھا، جو دلہنوں اور دیگر خواتین کو خاص مواقع جیسے شادیوں اور تہواروں پر سنوارنے اور سجانے میں مہارت رکھتی تھیں۔ یہ ماہر خواتین اپنے فن میں ماہر ہوتی تھیں اور بال سنوارنے، مہندی لگانے اور خوشبو لگانے میں بھی ماہر تھیں۔ وہ دلہن کو اس کے شادی کے دن کے لیے تیار کرتیں، تاکہ وہ بہترین نظر آئے اور خود کو خاص محسوس کرے۔ مشاطہ کا

ذکر حضرت خدیجہؓ، جو نبی کریم ﷺ کی پہلی زوجہ تھیں، کے لیے کام کرنے والی ایک خاتون کے حوالے سے ملتا ہے۔ حضرت عائشہؓ اور اس وقت کی دیگر خواتین بھی شادیوں اور خاص مواقع کے تناظر میں مشاطہ کا ذکر کرتی ہیں۔

ز. دور رسالت میں قابلہ (دایہ) خواتین

قابلہ ایک اور پیشہ "قابلہ "(دایہ) کا تھا، جو زچگی میں مدد فراہم کرتی تھیں۔ اگرچہ معزز خاندانوں کی بزرگ خواتین بھی یہ کردار ادا کر سکتی تھیں، لیکن پیشہ ور دایائیں بھی ہوتی تھیں جو اپنے شعبے میں ماہر ہوتی تھیں۔ یہ خواتین زچگی سے پہلے کی دیکھ بھال، ولادت میں مدد، اور نئی ماؤں کو بعد از زچگی دیکھ بھال فراہم کرتی تھیں۔ حضرت سلمیٰؓ، جو حضرت خدیجہؓ کے بچوں کی ولادت اور دیگر معزز خواتین کی زچگی میں مدد کرتی تھیں، ایک ایسی ہی دایہ تھیں۔ مکہ میں ام عمار بنت سباع بھی ایک دایہ تھیں، جو اپنی مہارت اور شفقت کے لیے مشہور تھیں۔

س. اجرت پر بچوں کی دیکھ بھال کا پیشہ

اس کے علاوہ، ایک طبقہ خواتین کا تھا جنہیں "حاضنہ" کہا جاتا تھا، جو بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کرتی تھیں۔ اس میں غلام خواتین اور آزاد خواتین دونوں شامل تھیں جو اجرت پر یہ کام کرتی تھیں۔ وہ بچوں کو کھانا کھلاتی، نہلاتی اور انہیں سکون پہنچاتی تھیں، ساتھ ہی انہیں بنیادی مہارتیں اور آداب سکھاتی تھیں۔ حضرت ام ایمنؓ، جو نبی کریم ﷺ کی دودھ پلانے والی ماں تھیں، اپنی "حاضنہ" کے طور پر کردار کے لیے مشہور تھیں۔ حدیث کی کتابوں میں ایک حاضنہ کا بھی ذکر ہے، جو نبی کریم ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ حالانکہ ان کے شوہر لوہار تھے، لیکن وہ دودھ پلانے والی اور حاضنہ کے طور پر کام کرتی تھیں، نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹے کی دیکھ بھال کے لیے انہیں منتخب کیا، جو ان کی اہمیت کو مزید ثابت کرتا ہے۔

ش. دور نبوت میں جنگی مہارت پیشہ خواتین

نبی کریم ﷺ کے دور میں کئی صحابیات نے جہاد میں فعال طور پر شرکت کی اور مجاہدین کی خدمت کی۔ مثال کے طور پر، حضرت ام عمارہؓ نے غزوہ اُحد میں غیر معمولی بہادری کا مظاہرہ کیا اور نبی کریم ﷺ کا دفاع بڑی استقامت کے ساتھ کیا۔ ان کے اس عمل نے نبی کریم ﷺ کی تعریف حاصل کی، جنہوں نے فرمایا:

> **ما التفت يوم أحد يميناًوَل شماًلَإَل ورأيت أم عمارة تقاتل دوني**
>
> "میں غزوہ اُحد کے دن نہ دائیں طرف نظر ڈالی نہ بائیں طرف، بلکہ مجھے ہمیشہ ام عمارہؓ کو اپنے سامنے لڑتے ہوئے دیکھا۔"[37]

حضرت ربیع، ایک اور صحابیہ، روایت کرتی ہیں:

> "ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ فوجی مہمات میں شریک ہوتے تھے، اور اہم معاونت فراہم کرتے تھے۔
> ہماری ذمہ داریوں میں مجاہدین کو پانی فراہم کرنا، ان کی خدمت کرنا، اور زخمیوں اور شہداء کو مدینہ واپس لے جانا شامل تھا۔"[38]

اسی طرح حضرت خولہ بنت الأزورؓ کا ملٹری کردار ایک اہم اور جرات مندانہ کردار تھا، جو تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ حضرت خولہؓ کی بہادری اور جنگی حکمت عملی نے ان کو ایک عظیم جنگجو کے طور پر نمایاں کیا۔

حضرت خولہؓ کا جہاد میں سب سے معروف کردار غزوہ یرموک میں سامنے آیا۔ یہ جنگ 15 ہجری (636 عیسوی) میں ہوئی تھی اور اس میں حضرت خولہؓ نے اپنی جرات اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ حضرت خولہؓ کا تعلق قبیلہ "بنی کلب" سے تھا، اور وہ جنگ میں اپنے بھائی حضرت زبیر بن العوامؓ کے ساتھ شریک ہوئیں۔ حضرت زبیرؓ ایک معروف صحابی اور جنگجو تھے، اور حضرت خولہؓ نے ان کی مدد کی۔ غزوہ یرموک میں حضرت خولہؓ نے نہ صرف زخمیوں کی دیکھ بھال کی بلکہ میدان جنگ میں دشمنوں کے خلاف بھی لڑائی کی۔ وہ جنگ کے دوران زخمیوں کو اٹھا کر لے جانے اور انہیں مدافعتی پوزیشنوں تک پہنچانے میں بھی مددگار ثابت ہوئیں۔ ایک روایت کے مطابق، حضرت خولہؓ نے دشمن کے فوجیوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا اور مسلمانوں کی فوج کے حوصلے کو بلند کیا۔ حضرت خولہؓ کی جنگی خدمات کو نبی کریم ﷺ نے بھی سراہا تھا۔ حضرت خولہؓ کا کردار جہاد میں صرف میدان جنگ تک محدود نہیں تھا۔ انہوں نے جنگی حکمت عملی، جنگی منصوبہ بندی اور دشمن کے خلاف فنی مہارت کو بھی بروئے کار لایا، جس نے ان کی عظمت کو مزید بڑھایا۔ ان کی جنگی خدمات اور بہادری نہ صرف ایک جنگجو کے طور پر بلکہ ایک باہمت مسلمان خاتون کے طور پر ان کی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھیں گی۔ یہ باتیں خواتین کے فوجی خدمات میں اہم کردار کو اجاگر کرتی ہیں، جو روایتی تصورات کو چیلنج کرتی ہیں اور ان کی فعال شرکت اور عوامی زندگی میں حصہ داری کو دکھاتی ہیں۔

یہ بات ثابت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اور اسلامی دور میں خواتین کو کاروبار کرنے اور روزگار کمانے کا حق حاصل تھا، اور انہوں نے اس حق کا مؤثر طریقے سے استعمال کیا۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں انہیں مختلف پیشوں اور کاروباروں میں ماہر کئی خواتین ملیں، لیکن انہوں نے کبھی بھی انہیں اپنے کام کرنے سے نہیں روکا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر خواتین کو گھریلو حالات یا اقتصادی دباؤ کی وجہ سے کام کرنے کی ضرورت ہو تو انہیں مختلف مہارتیں حاصل کرنی چاہئیں اور مختلف شعبوں میں حصہ لے کر روزگار کے ذرائع قائم کرنے چاہئیں۔

مبحث ثالث: خواتین کی معاشی ترقی میں ثقافتی اور سماجی چیلنجز

اَ. نسلی تعصبات

نسلی تصورات پاکستان میں خواتین کی اقتصادی خودمختاری کے لیے اہم چیلنجز پیش کرتے ہیں، جو معاشرتی رویوں اور کام کی جگہ کے ماحول کو گہرائی سے متاثر کرتے ہیں۔ یہ تصورات، جو اکثر روایتی جنس کی بنیاد پر متعین کرداروں پر مبنی ہوتے ہیں، ایسی سخت توقعات پیدا کرتے ہیں کہ خواتین کو کیا کرنا چاہیے یا کیا نہیں کرنا چاہیے، جو ان کے ترقی اور کامیابی کے مواقع کو شدید طور پر محدود کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، خواتین کو اکثر مردوں کی نسبت کم صلاحیت یا کم عزم والا سمجھا جاتا ہے، خاص طور پر ان شعبوں میں جو روایتی طور پر مردوں کے زیر اثر ہوتے ہیں، جیسے ٹیکنالوجی، انجینئرنگ یا قیادت کے عہدے۔ یہ تصور خواتین کو ترقیوں کے لیے نظر انداز کرنے، اہم فیصلہ سازی کے عمل سے باہر رکھنے، اور عام طور پر ان کی قدر کم کرنے کا سبب بنتا ہے، چاہے ان کی قابلیت یا کارکردگی کچھ بھی ہو۔

اس کے علاوہ، خواتین کے بارے میں یہ تصورات کہ ان کا بنیادی کردار دیکھ بھال کرنے والی اور گھریلو امور کو انجام دینے والی ہے، یہ عقیدہ پھیلانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں کہ ان کے کیریئر ان کے خاندانی ذمہ داریوں کے مقابلے میں ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ عقیدہ نہ صرف خواتین پر پیشہ ورانہ ترقی کے مقابلے میں گھریلو ذمہ داریوں کو ترجیح دینے کا دباؤ ڈالتا ہے بلکہ

آجروں کو بھی ان کی ترقی میں سرمایہ کاری کرنے سے روکتا ہے، کیونکہ وہ فرض کرتے ہیں کہ خواتین آخرکار اپنے خاندانوں کی دیکھ بھال کے لیے ورک فورس چھوڑ دیں گی۔ ایسے مفروضات کی وجہ سے تربیت، رہنمائی، اور قیادت کے کرداروں کے مواقع کم ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں خواتین کے لیے ایک ایسی "گلاس سیلنگ" بن جاتی ہے جسے توڑنا مشکل ہوتا ہے۔

مزید برآں، یہ نسلی تصورات معاشرتی رویوں تک بھی پھیلتے ہیں، جہاں خواتین جو روایتی کرداروں کو مسترد کر کے بلند و بالا کیریئر اپنانا چاہتی ہیں، انہیں شک یا ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ انہیں بے پرواہ ماؤں کے طور پر لیبل کیا جا سکتا ہے یا انہیں بہت زیادہ جارحانہ یا غیر نسوانی سمجھا جا سکتا ہے، جس کے نتیجے میں سماجی تنہائی یا تنقید ہو سکتی ہے۔ یہ معاشرتی دباؤ کئی خواتین کو محدود کرداروں کو اپنانے پر مجبور کرتا ہے، جس سے ان کے کیریئر کے انتخاب محدود ہو جاتے ہیں اور ان کی اقتصادی خودمختاری کی صلاحیت دبا دی جاتی ہے۔ مجموعی طور پر، نسلی تصورات سے پیدا ہونے والے چیلنجز متعدد پہلوؤں میں گہرے اور جڑ پکڑے ہوئے ہیں، جو خواتین کے اعتماد کو متاثر کرتے ہیں، ان کے مواقع کو محدود کرتے ہیں، اور صنفی عدم مساوات کو فروغ دیتے ہیں۔ ان نسلی تصورات کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک مشترکہ کوشش کی ضرورت ہے تاکہ معاشرتی اصولوں کو بدلا جا سکے، تمام شعبوں میں صنفی مساوات کو فروغ دیا جا سکے، اور ایسے ماحول تخلیق کیے جا سکیں جہاں خواتین کی مہارتوں اور خدمات کی قدر کی جائے اور روایتی جنس کی توقعات کی قید سے آزاد ہو کر ان کی صلاحیتوں کا بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکے۔

ب۔ دوہری ذمہ داری

پاکستان میں خواتین کو ایک گہری دوہری ذمہ داری کا سامنا ہے جو ان کی اقتصادی خودمختاری میں رکاوٹ بنتی ہے، یہ ذمہ داریاں پیشہ ورانہ ذمہ داریوں اور روایتی گھریلو ذمہ داریوں کے درمیان تقسیم ہوتی ہیں۔ اگرچہ خواتین ورک فورس میں فعال طور پر حصہ لیتی ہیں اور گھریلو آمدنی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، پھر بھی ان سے غیر ادائیگی والی گھریلو کاموں جیسے بچوں کی دیکھ بھال، کھانا پکانا، صفائی اور بزرگوں کی دیکھ بھال کی توقع کی جاتی ہے۔ یہ توقعات ایک سنگین جسمانی اور جذباتی بوجھ کا سبب بنتی ہیں، جو اکثر تھکاوٹ کا باعث بنتی ہے اور ان کی پیشہ ورانہ کامیابی اور ترقی کی صلاحیت کو کم کر دیتی ہے۔ اپنے مرد ہم منصبوں کے برعکس، جو عام طور پر صرف اپنے پیشہ ورانہ کردار پر مرکوز ہوتے ہیں، خواتین کو اپنے کام کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ گھر کے انتظام کی ذمہ داریوں کو بھی نبھانا پڑتا ہے۔ یہ دوہری ذمہ داری اکثر انہیں مشکل سمجھوتے کرنے پر مجبور کرتی ہے، جیسے کہ جز وقتی ملازمتیں قبول کرنا، کم تنخواہ والی نوکریاں اختیار کرنا یا مکمل طور پر ورک فورس سے نکلنا، جو ان کی اقتصادی ترقی اور خودمختاری کے امکانات کو کم کر دیتی ہیں۔

اس کے علاوہ، پاکستانی ثقافت میں جڑی ہوئی سماجی توقعات اس دوہری ذمہ داری کو مزید بڑھا دیتی ہیں۔ کئی کمیونٹیز میں روایتی اصولوں کے مطابق ایک عورت کا بنیادی کردار بیوی اور ماں کا ہوتا ہے، اور اس کی قدردانی اور کامیابی اس بات سے زیادہ جڑی ہوتی ہے کہ وہ یہ کردار کتنی اچھی طرح سے نبھاتی ہے بجائے اس کے کہ وہ پیشہ ورانہ میدان میں کتنی کامیاب ہے۔ خواتین جو اقتصادی طور پر خود کو بااختیار بنانے کے لیے کیریئر اپنانا یا کاروبار شروع کرنا چاہتی ہیں، انہیں نہ صرف اپنے خاندانوں سے مزاحمت کا سامنا ہوتا ہے بلکہ وسیع تر سماجی اصولوں کی طرف سے بھی۔ یہ مزاحمت براہ راست مخالفت، سماجی تنقید یا روایتی جنسیت پر مبنی کرداروں کے مطابق ڈھالنے کے لیے نرم دباؤ کی صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے۔ نتیجتاً، کئی خواتین کو اپنی کیریئر کی

آرزوؤں کو محدود کرنے یا ایسی پیشوں کا انتخاب کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے جو خواتین کے لیے "قبول شدہ" سمجھی جاتی ہیں، جیسے تدریس یا صحت کی دیکھ بھال، بجائے اس کے کہ وہ زیادہ منافع بخش یا اطمینان بخش مواقع اختیار کریں۔ یہ سماجی دباؤ نہ صرف خواتین کے پیشہ ورانہ انتخاب کو محدود کرتا ہے بلکہ جنس پر مبنی کام کی تقسیم کو مزید مستحکم کرتا ہے، جس سے عدم مساوات کا چکر جاری رہتا ہے۔[39]

یہ دوہری ذمہ داری، خواتین کے لیے حقیقی اقتصادی خود مختاری میں اہم رکاوٹیں پیدا کرتی ہے۔ اگرچہ اقتصادی خود مختاری بنیادی طور پر مالی آزادی اور اپنے وسائل پر قابو پانے کے بارے میں ہے، لیکن یہ دوہرا دباؤ خواتین کی اس کو حاصل کرنے کی صلاحیت کو محدود کر دیتے ہیں۔ گھریلو ذمہ داریوں کا اضافی بوجھ اس کا مطلب ہے کہ، جب بھی خواتین معیشت میں فعال ہوتی ہیں، وہ مردوں کے مقابلے میں ایک قابلِ ذکر نقصان کے ساتھ ایسا کرتی ہیں، کیونکہ مرد عموماً ایسی توقعات سے آزاد ہوتے ہیں۔ کیریئر کی ترقی کے لیے کم وقت، توانائی اور مواقع خواتین کو تھکاوٹ کا شکار بناتے ہیں اور ان کی اوپر کی طرف پیش قدمی کو محدود کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ سماجی اصول جو خواتین پر خاندان کو کیریئر پر ترجیح دینے کے لیے دباؤ ڈالتے ہیں، ان کی معیشت میں مکمل طور پر حصہ لینے کی صلاحیت کو مزید محدود کرتے ہیں۔ نتیجتاً، یہ دوہری ذمہ داری نہ صرف صنفی عدم مساوات کو فروغ دیتی ہے بلکہ خواتین کے لیے حقیقی اقتصادی آزادی حاصل کرنے کی طرف ترقی کو بھی روک دیتی ہے، جس سے ان کے لیے روایتی کرداروں سے آزاد ہونے اور اپنی اقتصادی صلاحیت کو مکمل طور پر پہچاننے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

ت. عوامی ٹرانسپورٹ

پاکستان میں کام کرنے والی خواتین کے لیے مقامی سفر اہم چیلنجز پیش کرتا ہے، خاص طور پر شہری علاقوں میں جہاں عوامی نقل و حمل کے نظام میں کمی اور حفاظت کے مسائل عام ہیں۔ بہت سی خواتین کے لیے روزانہ کا سفر محض تکلیف دہ نہیں بلکہ اس میں وہ مشکلات شامل ہیں جو ان کی کام کی جگہ پر مکمل طور پر شرکت کرنے کی صلاحیت کو متاثر کرتی ہیں اور ان کی اقتصادی خود مختاری کو محدود کرتی ہیں۔ پاکستان میں عوامی نقل و حمل اکثر زیادہ بھیڑ بھاڑ والی، غیر قابل اعتبار اور خراب حالت میں ہوتی ہے، اور خواتین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مخصوص اختیارات کی کمی ہوتی ہے۔ بسیں، رکشے اور وینیں، جو عوامی ٹرانسپورٹ کے سب سے عام ذرائع ہیں، اکثر بھرے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے خواتین کو آرام دہ یا محفوظ سفر کرنے کا کم موقع ملتا ہے۔ خواتین کے لیے مخصوص جگہوں کی کمی، جیسے خواتین کے لیے الگ کمپارٹمنٹ یا بسیں، اس مسئلے کو مزید بڑھا دیتی ہے، جس سے خواتین کے لیے غیر مطلوبہ توجہ یا ہراسانی سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ خاص طور پر بڑے شہروں جیسے کراچی اور لاہور میں شدید ہوتا ہے، جہاں عوامی نقل و حمل کی طلب دستیاب فراہمی سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔[40]

ث. حفاظت کے مسائل

خواتین کے لیے مقامی سفر کے دوران حفاظت ایک اہم مسئلہ ہے، خاص طور پر صبح سویرے یا رات دیر گئے کے اوقات میں۔ عوامی ٹرانسپورٹ پر ہراسانی ایک عام مسئلہ ہے، جس میں خواتین کو اکثر زبانی زیادتی، غیر مناسب چھونے اور دیگر جنسی ہراسانی کی صورت میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ واقعات نہ صرف صدمے کا باعث بنتے ہیں بلکہ خواتین کو عوامی نقل و حمل کے استعمال سے گریز کرنے پر مجبور کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ مہنگے اور کبھی کبھار غیر محفوظ متبادل ذرائع، جیسے پرائیویٹ

ٹیکسی یا رائیڈ شیئر سروسز کا استعمال کرنے لگتی ہیں۔ ہراسانی یا حملے کا خوف خواتین کو اپنی نقل و حرکت کو محدود کرنے، بعض راستوں یا اوقات میں سفر سے گریز کرنے، یا ان ملازمتوں کو رد کرنے پر مجبور کرتا ہے جو زیادہ سفر کرنے کی ضرورت ہوتی ہیں، اس طرح ان کی پیشہ ورانہ ترقی اور اقتصادی مواقع محدود ہو جاتے ہیں۔[41]

ج. **محفوظ متبادل کے لیے بلند قیمتیں**

خواتین کے لیے جو اس کا خرچ اٹھا سکتی ہیں، پرائیویٹ گاڑیوں یا رائیڈ ہیلنگ سروسز جیسے اوبر یا کریم کا استعمال عوامی ٹرانسپورٹ کے مقابلے میں محفوظ متبادل فراہم کرتا ہے۔ تاہم، یہ آپشنز مہنگے ہیں، خاص طور پر خواتین کے لیے جو کم آمدنی والے پس منظر سے تعلق رکھتی ہیں۔ محفوظ نقل و حمل کی بلند قیمت ان کی کمائی کا ایک بڑا حصہ نگل لیتی ہے، جس سے کام کرنے کے مجموعی فائدے میں کمی آتی ہے۔ بہت سی خواتین کے لیے، محفوظ سفر کی مالی بوجھ ان کی آمدنی سے زیادہ ہو جاتی ہے، جس سے کم تنخواہ والی نوکریوں میں کام کرنا معاشی طور پر غیر ممکن بن جاتا ہے۔ اس سے اقتصادی عدم مساوات مزید بڑھتی ہے، کیونکہ غریب پس منظر سے تعلق رکھنے والی خواتین کے پاس ورک فورس میں شرکت کے کم مواقع ہوتے ہیں۔ عوامی نقل و حمل کی کمی، حفاظت کے مسائل اور بلند قیمتوں کا مجموعہ خواتین کے لیے نقل و حرکت کو محدود کرتا ہے، خاص طور پر شہری علاقوں میں۔ محدود نقل و حرکت نہ صرف ان کے لیے ملازمت کے مواقع تک رسائی کو محدود کرتی ہے بلکہ ان کی ذاتی اور پیشہ ورانہ ترقی کے لیے ضروری دیگر سرگرمیوں میں شرکت، جیسے تربیتی سیشنز، نیٹ ورکنگ ایونٹس، یا سماجی اجتماعات میں بھی رکاوٹ ڈالتی ہے۔ یہ محدود رسائی موجودہ صنفی عدم مساوات کو مزید مستحکم کرتی ہے، کیونکہ خواتین کو اپنے گھروں یا قریبی محلے تک محدود کر دیتی ہے، جس سے ان کی اقتصادی شرکت اور سماجی انضمام کم ہو جاتا ہے۔ مقامی سفر سے جڑے چیلنجز خواتین کے روزگار کے مواقع پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ خواتین کو گھروں کے قریب نوکریاں اختیار کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، چاہے یہ نوکریاں کم تنخواہ، کم فوائد یا ترقی کے محدود مواقع فراہم کرتی ہوں۔ بعض صورتوں میں، محفوظ اور سستی نقل و حمل کے اختیارات کی کمی خواتین کو ورک فورس سے مکمل طور پر دستبردار ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی اقتصادی خود مختاری محدود ہوتی ہے بلکہ معیشت بھی ان کی صلاحیتوں اور خدمات سے محروم ہو جاتی ہے۔

ح. **ہراساں کرنا**

ہراسانی پاکستان میں کام کرنے والی خواتین یا "جاب کرنے والی خواتین" کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے، جو ان کی پیشہ ورانہ زندگیوں اور اقتصادی خود مختاری پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ یہ مسئلہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے، جن میں زبانی بدسلوکی، ناپسندیدہ پیشکشیں اور دشمنی پر مبنی کام کا ماحول شامل ہیں، جو خواتین کے لیے اپنے کیریئر میں کامیاب ہونے کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ کام کی جگہ پر ہراسانی فردی واقعات سے آگے بڑھ کر ایک سماجی رویے اور صنفی تصورات سے جڑا مسئلہ بن جاتی ہے، جو خواتین کی پیشہ ورانہ موجودگی کو کمزور کرتا ہے۔ یہ رویے خوف اور عدم سکون کا ماحول پیدا کرتے ہیں، جو خواتین کو کیریئر کے مواقع کے پیچھے جانے سے روکتے ہیں اور ان کی پیداواری صلاحیت اور ذہنی صحت کو متاثر کرتے ہیں۔ ایک بنیادی چیلنج قانونی تحفظ کی کمی ہے، خاص طور پر کام کی جگہ پر ہراسانی کے خلاف۔ اگرچہ پاکستان میں خواتین کو کام کی جگہ پر ہراسانی سے بچانے کے لیے 2010 کا "پروٹیکشن اگینسٹ ہراسانی آف ویمن ایٹ دی ورک پلیس ایکٹ" موجود ہے، لیکن ان قوانین کا نفاذ اور

عملدرآمد کمزور ہے۔ بہت سی خواتین اپنے حقوق سے لاعلم ہیں، اور جو خواتین آگاہ ہیں وہ ہراسانی کی شکایت کرنے میں ہچکچاتی ہیں کیونکہ انہیں بدلہ لینے، سماجی بدنامی یا قانونی نظام کی مؤثر کارکردگی کے بارے میں شک و شبہ ہوتا ہے۔ قانونی کارروائی پر اعتماد کی کمی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے واقعات رپورٹ نہیں ہوتے، جس کے نتیجے میں خواتین کو ان کے نتائج خود ہی بھگتنا پڑتے ہیں اور خاموشی اور معافی کا سلسلہ برقرار رہتا ہے۔[42]

خ۔ **سماجی بدنامی کا مسئلہ**

ہراسانی کی شکایت کرنے کے ساتھ وابستہ سماجی بدنامی مزید صورتحال کو پیچیدہ بنا دیتی ہے۔ اکثر کیسز میں الزام ثابت کرنے کا بوجھ متاثرہ فرد پر پڑتا ہے، اور جب خواتین الزامات کے ساتھ سامنے آتی ہیں تو ان کا سامنا شک و شبہ، متاثرہ کو الزام دینے یا کردار کی بدنامی سے ہوتا ہے۔ یہ سماجی دباؤ اتنا شدید ہو سکتا ہے کہ خواتین کو آواز اٹھانے سے روک دیتا ہے، کیونکہ شہرت یا کیریئر کے امکانات کو نقصان پہنچانے کا خوف انصاف کی خواہش سے زیادہ ہوتا ہے۔ یہ بدنامی نہ صرف متاثرہ کو خاموش کر دیتی ہے بلکہ مجرموں کو بھی حوصلہ دیتی ہے، جو یہ جان کر اپنے عمل کو چیلنج یا سزا سے محفوظ سمجھتے ہیں۔

د۔ **میکانزم کی کمی**

مزید برآں، پاکستان میں کام کی جگہوں کی ثقافتیں ہراسانی کو مؤثر طریقے سے روکنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری میکانزم کی کمی کا شکار ہیں۔ بہت سی تنظیموں میں شکایات کے لیے واضح پالیسیاں یا پروٹوکولز موجود نہیں ہیں، اور جہاں پالیسیاں موجود ہیں، وہ اکثر مؤثر طریقے سے عمل میں نہیں لائی جاتیں۔ معاون کام کے ماحول کی کمی کا مطلب یہ ہے کہ خواتین جو ہراسانی کا شکار ہوتی ہیں، ان کے پاس مدد یا تحفظ حاصل کرنے کے لیے محدود راستے ہوتے ہیں۔ ہراسانی کے خلاف تنظیمی عزم کی کمی ایک غیر محفوظ ماحول پیدا کر سکتی ہے جہاں اس قسم کے رویے کو معمول سمجھا جاتا ہے یا نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ہراسانی کا اثر جابین خواتین کی اقتصادی خود مختاری پر بھی گہرا اثر ڈالتا ہے۔ ہراسانی کی وجہ سے پیدا ہونے والا ذہنی دباؤ اور اضطراب کم کام کی تسکین، پیداواری صلاحیت میں کمی اور بعض اوقات ورک فورس چھوڑنے کے فیصلے کا باعث بنتا ہے۔ یہ نہ صرف انفرادی خاتون کے کیریئر کی سمت کو متاثر کرتا ہے بلکہ کام کی جگہ پر صنفی عدم مساوات کے مسئلے کو بھی بڑھاتا ہے۔ جب خواتین ہراسانی کی وجہ سے مکمل طور پر ورک فورس میں شرکت سے گریز کرتی ہیں، تو اس سے ان کی اقتصادی خود مختاری پر منفی اثر پڑتا ہے اور مجموعی طور پر محنت کی منڈی کی تنوع اور صلاحیت کو محدود کرتا ہے۔

ذ۔ **ثقافتی روایات ایک بڑی رکاوٹ**

پاکستان میں ثقافتی اصول خواتین کی اقتصادی خود مختاری پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں، کیونکہ سماجی توقعات اکثر ان کے مواقع کو محدود کرتی ہیں اور ان کے کرداروں کو خاندان اور ورک فورس دونوں میں تشکیل دیتی ہیں۔ یہ اصول روایتی اقدار اور پدرشاہی عقائد پر مبنی ہیں، جو خواتین کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اثرانداز ہوتے ہیں، جیسے کہ کیریئر کے انتخاب اور عوامی زندگی میں شرکت۔ پاکستان میں ثقافتی اصول روایتی طور پر خواتین کے کردار کو گھریلو منتظمہ اور دیکھ بھال کرنے والی کے طور پر متعین کرتے ہیں۔ یہ توقعات سماجی اقدار میں گہری جڑی ہوئی ہیں، جہاں ایک خاتون کی قدر عموماً اس کی صلاحیت کے مطابق ماپی جاتی ہے کہ وہ گھر کے کاموں کو کیسے سنبھالتی ہے اور بچوں کی پرورش کیسے کرتی ہے۔

نتیجتاً، وہ خواتین جو کیریئر یا پیشہ ورانہ خواہشات کا پیچھا کرتی ہیں، انہیں سماجی ناپسندیدگی یا روایتی کرداروں پر عمل کرنے کے لیے دباؤ کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں پر ثقافتی زور خواتین کے کیریئر کے انتخاب کو محدود کر سکتا ہے، کیونکہ ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پیشہ ورانہ ترقی پر خاندان کو ترجیح دیں۔ یہاں تک کہ جب خواتین ورک فورس میں شامل ہوتی ہیں، تو انہیں اکثر یہ مفروضہ درپیش ہوتا ہے کہ ان کی پیشہ ورانہ وابستگی ان کے خاندانی ذمہ داریوں کے مقابلے میں ثانوی ہے، جس کے نتیجے میں کیریئر کی ترقی اور قیادت کے مواقع کم ہوتے ہیں۔ پاکستان کے کئی علاقوں میں خواتین کی ورک فورس میں فعال شرکت کے حوالے سے ثقافتی مزاحمت پائی جاتی ہے، خاص طور پر ان شعبوں میں جو روایتی طور پر مردوں کے زیر تسلط ہیں یا اقتدار کے عہدوں میں۔ وہ خواتین جو گھر سے باہر کام کرنا چاہتی ہیں یا غیر روایتی کیریئر اختیار کرنا چاہتی ہیں، انہیں خاندان کے اراکین اور کمیونٹی کے رہنماؤں سے مزاحمت کا سامنا ہو سکتا ہے جو صنفی کرداروں کے بارے میں قدامت پسند خیالات رکھتے ہیں۔ یہ مزاحمت مختلف طریقوں سے ظاہر ہو سکتی ہے، جیسے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی حوصلہ شکنی، کیریئر کے انتخاب پر پابندیاں، یا ان شعبوں میں خواتین کے کام کرنے کی براہ راست مخالفت جو ان کے جنس کے لیے غیر مناسب سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے سماجی رویے خواتین کے مواقع کو شدید طور پر محدود کر سکتے ہیں، جس سے انہیں یا تو روایتی کرداروں کو اپنانا پڑتا ہے یا سماجی تنہائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ثقافتی اصول خواتین کی کیریئر کی ترقی پر بھی اثر ڈالتے ہیں کیونکہ یہ اس خیال کو تقویت دیتے ہیں کہ خواتین کو اعلیٰ سطح کی، زیادہ معاوضہ والی نوکریوں کی خواہش نہیں ہونی چاہیے یا انہیں یہ نوکریاں نہیں ملنی چاہئیں۔ خواتین کے بارے میں یہ روایتی تصورات کہ وہ قیادت کی صلاحیتوں سے محروم ہیں یا مشکل کاموں کے لیے مناسب نہیں ہیں، "گلاس سیلنگ" کے اثرات کو جنم دیتے ہیں، جہاں خواتین اپنی اہلیت کے باوجود اعلیٰ عہدوں سے باہر رکھی جاتی ہیں۔ مزید برآں، وہ ورک پلیس کلچر جو روایتی اصولوں سے متاثر ہوتا ہے، خواتین کے لیے قیادت میں کم معاون ہو سکتا ہے، جس سے خواتین کو مینٹورشپ کے کم مواقع ملتے ہیں اور انہیں چیلنجنگ منصوبوں پر کام کرنے کی کم حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس حمایت کی کمی خواتین کے لیے کارپوریٹ سیڑھی پر چڑھنے اور اقتصادی خودمختاری حاصل کرنے میں مزید رکاوٹ بن جاتی ہے۔

ر. تنخواہوں میں تفاوت

مساوی تنخواہوں کی عدم موجودگی کی ایک بنیادی وجہ براہ راست صنفی امتیاز ہے۔ خواتین اکثر وہی کام اور ذمہ داریاں نبھانے کے باوجود اپنے مرد ساتھیوں سے کم تنخواہیں وصول کرتی ہیں۔ یہ تفاوت گہرے تعصبات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو خواتین کے کام کو کم تر سمجھتے ہیں، اور یہ فرض کرتے ہیں کہ خواتین مردوں کی نسبت کم پرعزم یا کم قابل ہیں۔ یہ امتیازی رویے مختلف شعبوں میں پھیلتے ہیں، خاص طور پر ان صنعتوں میں جہاں خواتین اعلیٰ عہدوں پر کم نمائندگی رکھتی ہیں، جیسے کہ ٹیکنالوجی، انجینئرنگ اور مالیات۔

اس کے علاوہ، خواتین کو اکثر مردوں کے مقابلے میں کم ابتدائی تنخواہیں اور تنخواہوں میں اضافے کے کم مواقع دیے جاتے ہیں، جو وقت کے ساتھ تنخواہوں کے فرق کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ پیشہ ورانہ تفریق بھی ایک اہم عنصر ہے جو غیر مساوی تنخواہوں میں کردار ادا کرتا ہے۔ پاکستان میں خواتین عموماً کم تنخواہ والی، روایتی طور پر "خواتین" کے شعبوں میں کام کرتی ہیں، جیسے کہ

تدریس، نرسنگ اور انتظامی کام۔ یہ شعبے عموماً کم تنخواہیں اور کم ترقی کے مواقع فراہم کرتے ہیں، جبکہ "مردوں کے زیر تسلط" شعبے جیسے کہ انجینئرنگ، مالیات یا ٹیکنالوجی میں تنخواہیں زیادہ اور ترقی کے امکانات بہتر ہوتے ہیں۔ یہ تفریق سماجی توقعات اور ثقافتی اصولوں کی وجہ سے ہوتی ہے جو خواتین کو مخصوص پیشوں کی طرف مائل کرتے ہیں اور انہیں زیادہ تنخواہ والے غیر روایتی شعبوں میں کیریئر بنانے سے روکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں، خواتین کی کمائی کی صلاحیت ان پیشوں کے ساتھ جڑی کم تنخواہوں کی وجہ سے محدود ہو جاتی ہے۔

کیریئر میں وقفے اور جز وقتی کام، جو کہ عموماً خواتین میں خاندانی ذمہ داریوں کی وجہ سے زیادہ ہوتے ہیں، بھی غیر مساوی تنخواہوں کا سبب بنتے ہیں۔ وہ خواتین جو اپنے کیریئر میں وقفے لیتی ہیں یا گھریلو ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لیے جز وقتی کام کرتی ہیں، انہیں کیریئر کی ترقی اور تنخواہ میں اضافے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ وقفے ترقی کے مواقع، مہارت کی ترقی اور تنخواہ میں اضافے کے ضیاع کا باعث بنتے ہیں، جس کے نتیجے میں وقت کے ساتھ تنخواہ کا فرق بڑھتا ہے۔ جز وقتی کام، جو خواتین زیادہ تر کرتی ہیں، عموماً کم گھنٹہ وار اجرت اور کم فوائد کے ساتھ آتے ہیں، جبکہ مکمل وقتی عہدوں میں زیادہ اجرت اور بہتر فوائد ملتے ہیں۔

ز. حجاب

پاکستان میں حجاب، نقاب اور برقعہ کی ثقافتی اور مذہبی اہمیت ہے، جو بہت سی خواتین کے لیے عفت، تقویٰ اور اسلامی اصولوں کی پیروی کی علامت ہیں۔ جو خواتین اسے اختیار کرتی ہیں، ان کے لیے حجاب، نقاب اور برقعہ ایک ذاتی اور مذہبی انتخاب ہوتا ہے جو ان کی اقدار اور شناخت کی عکاسی کرتا ہے۔ حجاب، نقاب اور برقعہ کی ثقافتی قبولیت خواتین کی عوامی زندگی اور ورک فورس میں شرکت کی حمایت کر سکتی ہے، کیونکہ یہ انہیں اپنے مذہبی عقائد پر عمل کرتے ہوئے پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دیتی ہے۔ ایسے ماحول میں جہاں حجاب، نقاب اور برقعہ کا احترام کیا جاتا ہے اور ان کے لیے سہولت فراہم کی جاتی ہے، خواتین کو تعلیم اور روزگار تک رسائی میں آسانی ہوتی ہے بغیر اپنے عقائد پر سمجھوتہ کیے۔

تاہم، حجاب، نقاب یا برقعہ پیشہ ورانہ ماحول میں چیلنجز بھی پیدا کر سکتا ہے۔ کچھ کام کی جگہوں پر، خاص طور پر ان جگہوں پر جہاں ثقافتی یا مذہبی حساسیت کم ہوتی ہے، حجاب، نقاب یا برقعہ پہننے والی خواتین کو امتیاز یا تعصب کا سامنا ہو سکتا ہے۔ یہ مختلف طریقوں سے ظاہر ہو سکتا ہے، جیسے منفی تصورات، ان کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے بارے میں مفروضے، یا کچھ کرداروں یا مواقع سے انکار۔ حجاب پہننے والی خواتین کو ان صنعتوں میں مشکلات پیش آسکتی ہیں جہاں پیشہ ورانہ لباس کے اصول سختی سے نافذ ہوتے ہیں یا جہاں مذہبی لباس کے ضوابط کی سمجھ اور قبولیت کم ہوتی ہے۔ تعلیمی اور روزگار کے سیاق وسباق میں، حجاب خواتین کے مواقع پر اثر انداز ہو سکتا ہے، جو سماجی اور ادارہ جاتی رویوں پر منحصر ہوتا ہے۔ بعض اوقات تعلیمی ادارے اور آجر ایسے لباس کے ضوابط یا پالیسیز رکھتے ہیں جو حجاب کے لیے مناسب نہیں ہوتے، جس سے خواتین کی تعلیم یا روزگار کے مواقع محدود ہو سکتے ہیں۔ اس کے برعکس، وہ ادارے جو مذہبی لباس کے ضوابط کا احترام کرتے ہیں اور انہیں تسلیم کرتے ہیں، زیادہ شمولیتی ماحول فراہم کر سکتے ہیں، جس سے خواتین کو اپنے تعلیمی اور کیریئر کے اہداف کو حاصل کرنے میں رکاوٹوں کا سامنا نہیں ہوتا۔

حجاب پہننے والی خواتین کو کیریئر کی ترقی سے متعلق اضافی چیلنجز کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ ان ماحولوں میں جہاں لباس کے اصول کم لچکدار ہوں یا تعصبات موجود ہوں، حجاب پہننے والی خواتین کو قیادت یا کلائنٹ کے ساتھ کام کرنے والے کرداروں کے لیے کم موزوں سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ تصور ان کے ترقی یا پیشہ ورانہ بڑھوتری کے مواقع کو محدود کر سکتا ہے۔ مزید بر آں، مذہبی لباس کے ضوابط کی پیروی کرتے ہوئے کام کی جگہ کی حرکیات کو سمجھنا پیشہ ورانہ زندگی میں مزید پیچیدگیاں پیدا کر سکتا ہے، جو ان کے کیریئر کی سمت پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ قانونی اور پالیسی فریم ورک حجاب پہننے والی خواتین کے تجربات کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان ممالک میں جہاں مذہبی لباس کے لیے قانونی تحفظات موجود ہیں، خواتین کو تعلیم اور روزگار تک رسائی میں کم رکاوٹوں کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، ایسے ماحول میں جہاں ایسے تحفظات موجود نہیں ہوتے یا امتیازی رویے غالب ہوتے ہیں، خواتین کو نمایاں مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ شمولیتی پالیسیوں کے لیے وکالت کرنا اور یہ یقینی بنانا کہ لباس کے ضوابط مذہبی روایات کا احترام کریں، ان چیلنجز سے نمٹنے اور خواتین کی اقتصادی خود مختاری کی حمایت کرنے کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

س. حمل

حمل اکثر کیریئر میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے، کیونکہ خواتین کو بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں میٹرنٹی چھٹی کی ضرورت پڑتی ہے۔ پاکستان میں میٹرنٹی چھٹی کی پالیسیز مختلف اداروں اور شعبوں میں بہت مختلف ہو سکتی ہیں، جس کے نتیجے میں نئی ماؤں کے لیے معاونت میں نمایاں فرق آتا ہے۔ کچھ کمپنیاں سخاوت سے چھٹیاں فراہم کرتی ہیں، جب کہ بہت ساری کمپنیاں کم یا بالکل بھی میٹرنٹی چھٹی نہیں دیتیں، جس سے مالی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں اور خواتین کی اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کرنے کی صلاحیت متاثر ہو سکتی ہے۔ اس سے ان کی مجموعی صحت اور فلاح پر منفی اثر پڑ سکتا ہے اور ذہنی دباؤ میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ مختصر یا غیر ادا شدہ میٹرنٹی چھٹی خواتین کو جلدی کام پر واپس آنے پر مجبور کر سکتی ہے، جو ان کی جسمانی اور ذہنی صحت کے ساتھ ساتھ اپنے نوزائیدہ بچوں کے ساتھ رشتہ بنانے کی صلاحیت کو متاثر کرتی ہے۔ اس سے صحت کے مختلف منفی نتائج سامنے آ سکتے ہیں، جن میں پوسٹ پارٹم ڈپریشن، بے چینی اور پیدائش کے دوران پیچیدگیوں کا خطرہ شامل ہے۔ مزید بر آں، ناکافی میٹرنٹی چھٹی خواتین کی دودھ پلانے کی صلاحیت کو بھی متاثر کر سکتی ہے، جس کے نتیجے میں بچوں کی صحت پر منفی اثرات پڑ سکتے ہیں۔

ش. خواتین کے رول ماڈلز کی کمی

پاکستان میں سینئر عہدوں پر خواتین کے رول ماڈلز کی کمی، جو بین خواتین کے لیے ایک اہم رکاوٹ ہے، جو ان کی کیریئر کی ترقی اور خواہشات پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ جب خواتین دیکھتی ہیں کہ سینئر قیادت کے عہدے عموماً مردوں کے قبضے میں ہیں، تو اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ترقی کے مواقع محدود ہیں۔ یہ خاص طور پر نوجوان خواتین کے لیے حوصلہ شکن ہو سکتا ہے جو ورک فورس میں قدم رکھ رہی ہیں، کیونکہ وہ اپنے آپ کو ایسے عہدوں پر دیکھنے میں مشکل محسوس کرتی ہیں۔ خواتین رہنماؤں کی عدم موجودگی نہ صرف حوصلہ شکنی کا سبب بنتی ہے بلکہ یہ یہ عقیدہ بھی پختہ کرتی ہے کہ اعلیٰ عہدے خواتین کے لیے قابل رسائی نہیں ہیں، جس سے ان کی خواہشات کم ہو سکتی ہیں اور کیریئر کی ترقی میں رکاوٹ آ سکتی ہے۔ مزید بر آں، خواتین کے رول ماڈلز کی کمی کا مطلب ہے کہ رہنمائی اور سرپرستی کے کم مواقع ہیں۔ جونیئر یا مڈ لیول کی خواتین اکثر سینئر رہنماؤں کی طرف دیکھتی ہیں تاکہ انہیں

رہنمائی، مشورہ اور معاونت مل سکے۔ اگر خواتین رہنمانہ ہوں تو ان خواتین کو اپنے کیریئر کی پیچیدگیوں کو سمجھنے اور ان سے نمٹنے کے لیے ضروری بصیرت اور حوصلہ نہیں مل پاتا۔ اس رہنمائی کی کمی پیشہ ورانہ ترقی میں رکاوٹ ڈال سکتی ہے، جس سے خواتین کے لیے رکاوٹوں کو عبور کرنا، نیٹ ورک بنانا اور کیریئر کے ترقی کے مواقع حاصل کرنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے، جو سینئر عہدوں تک پہنچنے کے لیے ضروری ہیں۔

خواتین کے رول ماڈلز کی کمی تنظیمی ثقافت اور پالیسی پر بھی اثر ڈالتی ہے۔ جب سینئر قیادت کی ٹیموں میں صنفی تنوع کم ہوتا ہے، تو خواتین ملازمین کے منفرد نقطہ نظر اور ضروریات کو کم ہی حل کیا جاتا ہے۔ اس سے ایسی پالیسیاں اور طریقہ کار جنم لے سکتے ہیں جو خواتین کی ضروریات کو مکمل طور پر معاونت فراہم نہ کریں، جیسے کہ لچکدار کام کے انتظامات، ماترنیٹی چھٹیاں، یا ورک لائف بیلنس کے لیے معاونت۔ خواتین رہنماؤں کی موجودگی ایسی جامع پالیسیوں کی ترقی کو فروغ دے سکتی ہے جو تمام ملازمین کے لیے فائدہ مند ہوں اور ایک زیادہ معاون ماحول پیدا کرے۔ اس کے علاوہ، خواتین کے رول ماڈلز کی عدم موجودگی کام کی جگہ میں صنفی دقیانوسی تصورات اور تعصبات کے پھیلاؤ میں اضافہ کرتی ہے۔ جب سینئر عہدے عموماً مردوں کے پاس ہوتے ہیں، تو یہ یہ پرانے تصورات کو مضبوط کرتا ہے کہ قیادت کی خصوصیات قدرتی طور پر مردوں کی خصوصیات ہیں۔ اس سے نہ صرف خواتین کی ترقی محدود ہوتی ہے بلکہ قیادت کی خصوصیات کے بارے میں جو تصورات ہیں وہ بھی متاثر ہوتے ہیں اور ان کی قدر میں کمی آتی ہے۔ زیادہ خواتین رہنماؤں کی موجودگی سے تنظیمیں ان دقیانوسی تصورات کو چیلنج کر سکتی ہیں اور یہ ظاہر کر سکتی ہیں کہ خواتین میں وہ مہارت، تجربہ اور وژن موجود ہے جو سینئر عہدوں کے لیے ضروری ہیں، اس طرح قیادت کے بارے میں ایک زیادہ مساوی نقطہ نظر کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔[43]

ص. صحت کے مسائل

خواتین کے صحت کے مسائل کے لیے معاونت کی کمی پاکستان میں جو بین خواتین کے لیے ایک اہم چیلنج ہے، جو براہ راست ان کی فلاح و بہبود، پیداواریت اور کیریئر کی ترقی کو متاثر کرتی ہے۔ خواتین کی صحت میں کئی قسم کے مسائل شامل ہیں، جن میں تولیدی صحت، ماترنیٹی کی ضروریات اور وہ دائمی بیماریاں شامل ہیں جو خواتین کو زیادہ متاثر کرتی ہیں، جیسے بریسٹ کینسر یا اوسٹیوپوروسس۔ بدقسمتی سے،، بہت سی ورک پلیسز میں ان صحت کے مسائل کو حل کرنے کے لیے مناسب پالیسیز یا سہولتیں موجود نہیں ہیں، جس سے ایک ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جہاں خواتین اپنے صحت کے مسائل کے بارے میں غیر معاون یا یہاں تک کہ بدنام محسوس کر سکتی ہیں۔ اس چیلنج کا سب سے اہم پہلو جامع ماترنیٹی فوائد کی کمی ہے۔ پاکستان میں کئی آجر کافی ماترنیٹی چھٹی فراہم نہیں کرتے، اور جو فراہم کرتے ہیں وہ اکثر ناپسندیدہ یا کچھ شرائط کے ساتھ ہوتی ہے۔ خواتین کو کام پر جلد واپس آنے کا دباؤ محسوس ہو سکتا ہے، حالانکہ انہیں بچے کی پیدائش سے صحتیاب ہونے اور اپنے نوزائیدہ بچوں کے ساتھ رشتہ بنانے کے لیے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مزید برآں، ورک پلیسز میں دودھ پلانے یا دودھ نکالنے کی سہولتیں اکثر موجود نہیں ہوتیں، جس سے خواتین کو دودھ پلانے سے دستبردار ہونا پڑتا ہے یا غیر آرام دہ اور تکلیف دہ حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ کمی نہ صرف خواتین کی جسمانی صحت کو متاثر کرتی ہے بلکہ ان کی جذباتی فلاح و بہبود پر بھی اثر ڈالتی ہے، کیونکہ انہیں اپنے کام اور ماں ہونے کی ذمہ داریوں کے درمیان انتخاب کرنا پڑتا ہے۔

ض. شادی کے بعد کام چھوڑنے کا دباؤ

پاکستان میں جو بین خواتین کے لیے شادی کے بعد کام چھوڑنے کا سماجی دباؤ ایک عام چیلنج ہے جو ثقافتی اصولوں اور روایتی صنفی کرداروں میں گہرا اجڑا ہوا ہے۔ یہ دباؤ خواتین کے کیریئر کے راستوں اور اقتصادی خود مختاری پر نمایاں اثر ڈال سکتا ہے، جو ان کی پیشہ ورانہ ترقی اور ذاتی تسکین کے لیے رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ یہ توقع کہ خواتین شادی کے بعد اپنے کیریئر کی بجائے گھریلو ذمہ داریوں کو ترجیح دیں، عموماً صنفی کرداروں اور خاندانی فرادیوں کے بارے میں سماجی عقائد سے جنم لیتی ہے، جو خاص طور پر زیادہ قدامت پسند یا روایتی کمیونٹیز میں واضح طور پر محسوس ہوتی ہے۔

اس سماجی دباؤ کا ایک اہم اثر یہ ہے کہ یہ خواتین کو اپنے پیشہ ورانہ ارمانوں اور خاندانی توقعات کے درمیان مشکل انتخاب کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ کئی صورتوں میں، نئی شادی شدہ خواتین کو اپنے خاندان کے افراد یا سماجی حلقوں سے یہ شدید دباؤ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے کام چھوڑ کر گھریلو ذمہ داریوں پر توجہ دیں۔ یہ توقع اس بات سے مزید بڑھ سکتی ہے کہ انہیں روایتی کرداروں کو پورا کرنا ضروری ہے، جیسے کہ گھریلو کام اور بچوں کی دیکھ بھال، جو عموماً خواتین کے لیے زیادہ مناسب سمجھے جاتے ہیں۔ نتیجتاً، بہت سی خواتین اپنے عہدوں سے استعفیٰ دینے پر مجبور ہو جاتی ہیں، چاہے وہ اپنے کیریئر میں بہت ماہر اور پرجوش ہوں۔[44]

خلاصہ بحث

بہتر زندگی گزارنے کے لیے حلال رزق کمانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں روزگار کمانے کے بے شمار جائز طریقے فراہم کیے ہیں جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہیں۔ اسلام عورتوں کو انتخاب کی آزادی دیتا ہے، اور انہیں معاشی خود مختاری حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، خاص طور پر جب یہ ان کے شوہر کی رضامندی سے یا ضرورت کی بنا پر ہو۔ اسلام نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ عورتوں کو معاشی خود مختاری حاصل کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کے لیے دوگنا انعام وعدہ کیا ہے جو معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتی ہیں۔ اسلامی تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں عورتوں کی مختلف پیشوں اور کاروبار میں کامیاب مثالیں موجود ہیں۔

تاہم، پاکستان میں آج کل عورتوں کو معاشی خود مختاری حاصل کرنے میں بے شمار چیلنجز اور رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ ان میں تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت تک محدود رسائی، سماجی اور ثقافتی پابندیاں، صنفی امتیاز، مالی شمولیت کی کمی اور قرض تک رسائی، اور کام اور زندگی کے توازن کے مسائل شامل ہیں۔ معاشی خود مختاری سے جڑے جائز طریقے اور انعامات کے باوجود، یہ چیلنجز عورتوں کی مالی آزادی حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہیں، جو ان کے لیے ایک اہم مشکل بن جاتی ہے۔

پاکستان میں عورتوں کی معاشی خود مختاری پر ایک سماجی و ثقافتی تجزیے کے بعد، تحقیق کے دوران مندرجہ ذیل اہم نکات سامنے آئے:

1. کسی بھی قوم کی ترقی اور خوشحالی کا گہرا تعلق عورتوں کے کردار سے ہے۔ عورتیں آبادی کا ایک اہم حصہ ہیں اور معیشت کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کا تعاون، چاہے وہ معاوضہ کام کے ذریعے ہو یا غیر معاوضہ دیکھ بھال کے ذریعے، خاندانوں، کمیونٹیوں اور پوری قوم کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے۔ عورتوں کو معاشی طور پر بااختیار بنانا نہ

صرف ان کے اپنے فائدے کے لیے بلکہ ملک کی خوشحالی کے لیے بھی ضروری ہے۔ عورتوں کی معاشی خود مختاری انہیں اپنی زندگیوں کے بارے میں باخبر فیصلے کرنے، اپنے خاندانوں اور کمیونٹیوں میں سرمایہ کاری کرنے اور قومی معیشت میں حصہ ڈالنے کے قابل بناتی ہے۔

2. تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ پاکستان میں عورتوں کی معاشی خود مختاری کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ حکومت کی بے عملی تھی۔ حکومت کی جانب سے عدم توجہ نے مختلف مسائل کو بڑھادیا، جن میں عوامی نقل و حمل، غیر مساوی تنخواہیں، کام میں لچک کی کمی، زیادہ ٹیکس، اور مہنگائی میں اضافہ شامل ہے، جس سے عورتوں کے لیے معیشت میں مکمل طور پر حصہ لینا اور مالی استحکام حاصل کرنا مشکل ہوگیا ہے۔

3. پاکستان کی اکثریت عورتوں نے معاشی خود مختاری کو مثبت انداز میں دیکھا، جبکہ ایک چھوٹی اقلیتی نے منفی رائے ظاہر کی، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورتیں معاشی خود مختاری کی خواہش رکھتی ہیں لیکن ان کی ترقی میں رکاوٹیں حائل ہیں۔

4. پاکستان کی بیشتر عورتوں نے معاشی خود مختاری کو بقا کے لیے ضروری سمجھا، حالانکہ ایک اقلیتی نے اسے غیر ضروری قرار دیا، جو عورتوں کے معاشی تجربات کی پیچیدگی کو اجاگر کرتا ہے۔

5. تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ خاندان کا دباؤ اور تعاون عورتوں کی معاشی خود مختاری کی خواہش کا بنیادی محرک تھا، اور بہت کم عورتوں نے ذاتی دلچسپی یا دیگر وجوہات کی بنا پر خود مختاری حاصل کرنے کی کوشش کی، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ خاندان کی حرکیات عورتوں کی معاشی خواہشات کو شکل دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] القرآن،4:7

*Al-Nisā*ʾ, 4:7

[2] محمد شفیع عثمانی، مفتی، تفسیر معارف القرآن، (ادارہ المعارف، پبلشر، 2008)، 2:391

Muhammad Shafi Usmani, Mufti, *Tafseer Ma'arif al-Qur'an,* (Idara al-Mu'arif publishers, Karachi, 2008) vol, 2 p, 391

[3] محمد کرم شاہ، الازہری، پیر، تفسیر ضیاء القرآن، (لاہور، ضیاء القرآن، پبلشر، 1995)، 1:340

-Muhammad karam shah al-Azhari,, *Tafseer Zia al-Qur'an* (Zia al-Quran publishers, Lahore, 1995,) p1, 340

[4] سلمان ابن اشعث، ابو داؤد، سنن ابی داؤد، رقم:2297

Salman bin Ashath, Abu Dawod, *Sunan Abu Dawod*, no.2297

[5] احمد بن علی، ابن الحجر، عسقلانی، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1997)، 4:206

Ahmad bin Ali, Ibn, al-hajar, asqilani, *Al-isabah fe Marifat, al-Sahabah*, (Beirut: Dar al-kutub al-ilmiyah,1997)4:206

[6] احمد بن علی، ابن حجر، عسقلانی، المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ، (سعودیہ، دارالعاصمہ، 1419)، 7:352

Ahmad bin Ali, Ibn al-Hajar al-Asqalani, *Al-Matalib al-ʿAlyah bi Zawāʾid al-Masānid al-Thamāniyyah* (Saudi Arabia: Dār al-ʿĀṣimah, 1419 AH), vol. 7, p. 352.

[7] محمد بن محمد، ابو حامد، الغزالی، احیاء علوم الدین، (بیروت، دارالفکر،)2:62

Abu Hamid Muhammad bin Muhammad al-Ghazali, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Beirut: Dār al-Fikr), vol. 2, p. 62.

[8] محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبریٰ، (بیروت، دار صادر، 1988)، 31

Muhammad bin Saʿd, *Al-Ṭabaqāt al-Kubrā*, vol. 8 (Beirut: Dār Ṣādir, 1988), p. 31

[9] اسماعیل ابن عمر، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، (المکتبہ القدسیہ، 1984)، 8:266

Ismail bin Umar, Ibn Kathir, *Al-Bidāyah wa al-Nihāyah* (Al-Maktabah al-Qudusiyyah, 1984), vol. 8, p. 266.

[10] ابن حجر، عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، :118-119

Ahmad bin Ali, Ibn al-Hajar al-Asqalani, *Al-Isabah fi Tamīz al-Sahabah*, vol. 12, pp. 118-119

[11] علی بن محمد، الصلابی، شخصیات اور کارنامے، مترجم احمد خلیل السلفی، (لاہور، مکتبہ الکتاب، 2001)، 246

Ali bin Muhammad al-Salabi, *Shakhsiyyāt aur Karnāmay*, trans. Ahmad Khalil al-Salfi (Lahore: Maktabah al-Kitāb, 2001), p.*246*

[12] محمد بن یزید، ابن ماجہ، قزوینی، سنن ابن ماجہ، رقم:2204

Muhammad bin Yazid, Ibn Majah al-Qazwini, *Sunan Ibn Mājah*, no,*2204*

[13] علی بن محمد، ابن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، (بیروت، دارالکتب العلمیہ)، 7:206

Ali bin Muhammad, Ibn al-Athir, *Asad al-Ghābah fi Maʿrifat al-Sahabah* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), vol. 7, p.,*206*

[14] علی بن محمد، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، 7:77

Ali bin Muhammad, Ibn al-Athir, *Asad al-Ghābah fi Maʿrifat al-Sahabah*, vol. 7, p.*77*

[15] مسلم بن حجاج، ابوالحسین، القشیری، صحیح مسلم، (نیشاپور، دار الخلافہ العلمیہ، 1330) رقم:1553

Muslim bin al-Hajjaj, Abu al-Husayn al-Qushayri, *Sahih Muslim* (Nishapur: Dār al-Khilāfah al-ʿIlmiyyah, 1330 AH), no.*1553*

[16] سلمان ابن اشعث, سنن ابی داؤد، رقم:3073

Salman bin Ashath, *Sunan Abu Dawood*, no.*3073*

[17] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم:1536

Muslim bin al-Hajjaj, *Sahih Muslim*, no.*1536*

[18] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم:1483

Muslim bin al-Hajjaj, *Sahih Muslim*, no. 1483

19 مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم:1552

Muslim bin al-Hajjaj, *Sahih Muslim*, no.1552

20 محمد بن اسماعیل، البخاری، صحیح البخاری، رقم:938

Muhammad bin Ismail, Al-Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, no..938

21 ابن حجر، عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، 4:284

Ahmad bin Ali, Ibn al-Hajar al-Asqalani, *Al-Isabah fi Tamīz al-Sahabah*, vol. 4, p.284

22 سلمان ابن اشعث, سنن ابی داؤد، رقم:2729

Salman bin Ashath, *Sunan Abu Dawood*, no.2729

23 مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم:1771

Muslim bin al-Hajjaj, *Sahih Muslim*, no.1771

24 سلمان ابن اشعث, سنن ابی داؤد، رقم:1771

Salman bin Ashath, *Sunan Abu Dawood*, no.1771

25 ابن حجر، عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، 13:81

Ahmad bin Ali, Ibn al-Hajar al-Asqalani, *Al-Isabah fi Tamīz al-Sahabah*, vol. 13, p.81

26 ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، رقم:360-361

Ahmad bin Ali, Ibn al-Hajar al-Asqalani, *Fath al-Bari*, no. 360-361

27 ابن حجر، عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، 4:286

Ahmad bin Ali, Ibn al-Hajar al-Asqalani, *Al-Isabah fi Tamīz al-Sahabah*, vol. 4, p. 286

28 احمد بن حنبل، مسند احمد، رقم:12086

Ahmad bin Hanbal, *Musnad Ahmad*, no.12086

29 مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم:2452

Muslim bin al-Hajjaj, *Sahih Muslim*, no.2452

30 محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، رقم:2093

Muhammad bin Ismail, *Sahih al-Bukhari*, no.2093

31 علی بن محمد، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، 8:111

Ali bin Muhammad, Ibn al-Athir, *Asad al-Ghābah fi Maʿrifat al-Sahabah*, vol. 8, p.111

32 مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم:1810

Muslim bin al-Hajjaj, *Sahih Muslim*, no.1810

33 مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم:1812

Muslim bin al-Hajjaj, *Sahih Muslim*, no.1812

[34] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، رقم:1241

Muhammad bin Ismail, *Sahih al-Bukhari*, no.1241

[35] مدیاسین مظہر، صدیقی، ڈاکٹر، نبوی دور میں شعبہ نرسنگ، 150 :

Muhammad Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī, Doctor, *Wet Nursing in the Era of Prophet*, p. 150

[36] جمال، البدوی، ڈاکٹر، اسلام میں عورت کا مقام، (الاتحاد پبلشر، یو ایس اے، 1972)

Jamāl al-Badawī, Doctor, *The Status of Women in Islam*, (Al-Ittiḥād Publishers, USA, 1972,)

[37] علی بن محمد، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، 5:605

ʿAlī bin Muḥammad, *Asad al-Ghābah fī Maʿrifat al-Ṣaḥābah*, Vol. 5, p.605

[38] علی بن محمد، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ '،:649

ʿAlī bin Muḥammad, *Asad al-Ghābah fī Maʿrifat al-Ṣaḥābah*, p.649

[39] خواتین کی کاروباری صلاحیتوں میں درپیش چیلنجز "، لاہور: پولیس کمیونیکیشن آفس، جولائی 2024، 01:30 PM

Khwatīn kī Karobārī Ṣalahīyatōn meṁ Darpēsh Challenge, Lahore: Police Communication Office, July 2024, PM 01:30

[40] خواتین کی کاروباری صلاحیتوں میں درپیش چیلنجز "، لاہور: بس ہوسٹس، جولائی 2024، 00-09AM

Khwatīn kī Karobārī Ṣalahīyatōn meṁ Darpēsh Challenge, Lahore: Bus Hostess, July 2024, 00-09 AM.

[41] خواتین کی کاروباری صلاحیتوں میں درپیش چیلنجز "، لاہور: بس ہوسٹس، جولائی 2024، 30-04PM

Khwatīn kī Karobārī Ṣalahīyatōn meṁ Darpēsh Challenge, Bus Hostess, July 2024, 30-04 PM.

[42] خواتین کی کاروباری صلاحیتوں میں درپیش چیلنجز "، لاہور: امپوریم مال، جولائی 2024، 00-06 PM

Khwatīn kī Karobārī Ṣalahīyatōn meṁ Darpēsh Challenge, Lahore: Emporium Mall, July 2024, PM 06:00.

[43] خواتین کی کاروباری صلاحیتوں میں درپیش چیلنجز "، کھاریاں: پنجاب کالج گرلز کیمپس، اگست 2024 30-11 AM

Khwatīn kī Karobārī Ṣalahīyatōn meṁ Darpēsh Challenge, Khaṛīānā: Punjab College Girls Campus, August 2024, AM 11:30.

[44] خواتین کی کاروباری صلاحیتوں میں درپیش چیلنجز " گجرات: سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، اگست 2024، 30-1 PM

Khwatīn kī Karobārī Ṣalahīyatōn meṁ Darpēsh Challenge, Gujarāt: School Education Department, August 2024, PM 1:30.